© rasailojaraid.com

تبصرے

مرزا شوق لکھنوی از پروفیسر خواجہ احمد فاروقی - دہلی یونیورسٹی تقطیع خورد ضخامت ۸۸ صفحات کتابت، طباعت، کاغذ نفیس قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

ملنے کے پتے :- (۱) مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد - دہلی ۶ (۲) محمد اسلم ۵۔ عمادالملک روڈ سیوتی دروازہ علی گڑھ (۳) علمی کتاب خانہ اردو بازار - دہلی ۶

نواب مرزا شوق لکھنوی اردو کے ان بدنام شاعروں میں سے ہیں جن کی کتابیں ایک عرصہ تک ممنوع الاشاعت رہیں اور ان کو پڑھنا معیوب سمجھا گیا لیکن عجیب لطیفہ ہے کہ اس "رندِ خراباتی" کے خلاف تعصبات کو دور کرنے میں جس نے پہل کی وہ اردو کا نامور نقاد اور صاحب طرز ادیب حالی تھا، جس کے "زاہد مناجاتی" ہونے میں شبہ نہیں۔ مقدمہ شعر و شاعری کے یہ الفاظ دہرانے کے لائق ہیں۔

"نواب مرزا شوق نے جو ... مثنویاں ... لکھی ہیں ان کو میں روزمرہ اور محاورہ کی صفائی، قافیوں کی نشست، ترکیبوں کی چستی اور مصرعوں کی برجستگی کے لحاظ سے تمام اردو کی موجودہ مثنویوں سے بہتر سمجھتا ہوں"

اس کے بعد مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق نے سہیل مرحوم میں ایک معرکۃ الآرا مضمون "اردو کے ایک بدنام شاعر" کے عنوان سے لکھا اور ساری اردو دنیا کو شوق کی طرف متوجہ کر دیا، یہ بھی دراصل حالی کے قلم کی آواز بازگشت تھی جو عبدالماجد جیسے نقاد اور سنجیدہ ادیب کے لئے دلیل راہ بنی۔

لیکن یہ کوششیں مختصر مضامین اور اشارات تک محدود رہیں مرزا شوق کی اہمیت اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی سفارشی ستی کسان کے نتائج فکر پر ایک علیحدہ اور مستقل کتاب لکھی جاتی جس سے ان کے کمالات
کا اندازہ ہوتا اور جدید تنقید کا بھی پورا حق ادا ہو جاتا خصوصاً ان کی مثنوی بہارِ عشق کہ اس کی نفسی
ابھی تک کسی صاحب ذوق ۔ ۔ قلم اور سیکھے شانہ تنقید کی منت پذیر تھیں ہمیں خوشی ہے کہ خواجہ احمد فاروقی
صاحب ایم۔اے جیسے شگفتہ مزاج صاحب قلم نے ادھر توجہ کی، موصوف نے اس کی کوشش کی
ہے کہ مرزا شوق کی مثنویوں کو ان کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ جانچیں اور ان کی صحیح قدر
و قیمت متعین کریں۔

مرزا شوق کی مثنویاں زہرِ عشق اور بہارِ عشق، جانِ عالم واجد علی شاہ کے اس لکھنؤ سے متعلق
ہیں جب بقول پروفیسر فاروقی "فیض نسیم اور جلوۂ گل کی کمی نہیں تھی۔ ہر منظر، جنت نگاہ اور ہر
گوشہ بساط دامانِ باغباں بنا ہوا تھا۔ جہاں نظارۂ جمال بھی تھا اور شوقِ وصال بھی، جام بلور بھی تھا
اور زہرۂ صبح بھی۔ صراحیِ مے ناب بھی تھی اور سفینۂ غزل بھی۔ لوگ ماضی و مستقبل کو حال کی بدمستیوں
اور رنگینیوں میں بھلا چکے تھے اور دست افشانی اور پاکوبی کا مفہوم صرف یہ رہ گیا تھا کہ۔

بیا تا یک امشب تماشا کنیم — چو فردا شود، فکرِ فردا کنیم

فاروقی صاحب نے جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ ان مثنویوں کو انیسویں صدی کے اس ماحول
سے جب کہ زندگی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کا سارا رس نچوڑ لیا گیا تھا الگ کر کے دیکھنا
تاریخ اور تنقید دونوں کا خون کرنا ہے"

لیکن فاضل نقاد کی نظر صرف واجد علی شاہی لٹریچر کی منفی رنگینیوں میں الجھ کر نہیں رہ گئی ہے
انھوں نے اس کے مثبت پہلوؤں پر بھی نظر ڈالی ہے۔

فاروقی صاحب نے مرزا شوق کی کردار نگاری، زبان و بیان اور آرٹ سے بھی مفصل بحث
کی ہے اور مقامِ مسرت ہے کہ انھوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پرستش نہیں کی بلکہ جہاں کمزور
پہلو نظر آتے ہیں ان پر بے جھجک نکتہ چینی کی ہے۔

شوق کی زبان ایسی پاکیزہ ہے کہ دنیائے اردو اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ کمال معمولی نہیں ہے کہ اس نے اس میٹھی بول چال کے راگ اس وقت چھیڑے جب ناسخ کا طوطی بول رہا تھا۔ اور اہل دربار سے لے کر عوام تک سب اسی کی تقلید کو فخر سمجھتے تھے۔ شوق کی بالغ نظری کی داد دینی چاہئے کہ آج زبان کا کارواں اسی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مؤلف کی زبان جرأت و جلال اور حسن و جمال کا آمیزہ ہے اور ان کی رائے میں بڑی حد تک توازن و اعتدال ہے۔

سچ تو یہ ہے فاروقی صاحب کا ادب لطیف کے عطر میں مہکا ہوا یہ شاہکار دیکھ کر اب سے چھتیس سینتیس سال پہلے کے عہدِ طفولیت کا نقشہ آنکھوں میں گھوم گیا اور زمانۂ شباب کے دھندلے دھندلے سائے امنڈتے نظر آنے لگے، یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا شوق کی مثنوی زہر عشق کا گھر گھر چرچا تھا اس کی اشاعت ممنوع قرار دی جا چکی تھی اور زندہ دل یا یوں کہہ لیجئے کہ دھن آفریں ادب کے دل دادہ اسے پوشیدہ خرید کر پڑھتے اور سر دُھنتے تھے،

ہمارے فارسی کے باکمال استاذ مولانا محمد یٰسین صاحب مرحوم خدمتِ درس کے ساتھ کتابوں کا کاروبار بھی کرتے تھے یہ کاروبار اپنی گوناگوں خصوصیات کے لحاظ سے بے حد دلچسپ تھا، موصوف کی عادت یہ تھی کہ ہر جمعرات کو ایسے لڑکوں کو اپنے قریب نصف دائرے کی شکل میں بٹھایا کرتے تھے جن کو کتابیں پڑھنے اور خریدنے کا شوق ہو خوش قسمتی سے میرا شمار بھی ایسے ہی طلباء میں تھا ہم سب ساتھی بے پناہ ادبی کتابیں خریدتے اور ایک ایک ناول بار بار پڑھتے تھے، شرر، راشد الخیری، پریم چند اور اس وقت کے تقریباً تمام مشہور ناول نویسوں کی کتابیں مطالعے میں رہتی تھیں موصوف کے پاس زہر عشق کا بھی خفیہ ذخیرہ رہتا تھا چنانچہ ہم نے یہ دل دوز مثنوی سب سے پہلے اپنے استاذ ہی سے خریدی اور اس کے بہت سے متفرق حصے حفظ یاد کر لیے، ۳۶ سال کے بعد پھر یہ کتاب سامنے آئی تو اس کے جستہ جستہ ٹکڑے بے ساختہ یاد آ گئے۔

بنا بریں واقعی مؤلف کا مجھے شخصی طور پر بھی رہینِ احسان ہونا چاہئے کہ ان کے رعایت میں ڈوبے ہوئے ادب پاروں کے دیکھنے سے ایک ایسے زمانہ کی یاد تازہ ہو گئی جسے دنیا کی ادبیات

© rasailojaraid.com